قرآن شریف نے ایک عالَم دعاؤں کا ہمارے سامنے کھول دیا ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۳ر اگست ۱۹۷۹ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہّد وتعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے سورۂ بقرہ کی درج ذیل آیت کی تلاوت فرمائی:-

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِىْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِىْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ○ (البقرة:۱۸۷)

اس کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

پچھلا خطبہ میں نے روزوں کے متعلق دیا تھا جس میں قرآنی احکام نوجوان نسل کو سمجھانے کے لئے بتائے تھے اور یہ آیت جس سے پہلے بھی روزوں کے احکام ہیں اور بعد میں بھی میں نے اس لئے چھوڑ دی تھی کہ اگرچہ اس کا تعلق ماہِ رمضان سے بھی بہت گہرا ہے لیکن ہر عبادت کے ساتھ بھی اس کا تعلق ہے۔ انسان کے ہر فعل اور عمل سے بھی اس کا تعلق ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں تو جواب دے کہ میں ان کے پاس ہی ہوں جب دعا کرنے والا مجھے پکارے تو میں اس کی دعا کو قبول کرتا ہوں۔ چاہیئے کہ دعا کرنے والے بھی میرے حکم کو قبول کریں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کامیابی کی راہیں ان پر کھلیں اور ان کی دعائیں قبول ہوں۔

ماہِ رمضان دعاؤں کا مہینہ ہے خاص طور پر۔ روزے کے علاوہ ہم نوافل پر بھی خصوصاً زور

دیتے ہیں اس ماہ میں تراویح ہوتی ہیں وہ نوافل ہیں۔ اصل تو یہ تھا کہ علیحدہ علیحدہ ہر شخص رات کی تنہائی میں اپنے رب کے حضور جھکتا اور اس سے دعائیں مانگتا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب آپ نے دیکھا کہ بہت سے لوگ اپنے گھروں کی بجائے (مجبوریوں کے نتیجہ میں) مسجد نبوی میں آکر یا مسجد نبوی کی برکت کے حصول کے لئے تراویح پڑھتے ہیں تو آپ نے ان سب کو اکٹھا کر کے اور باجماعت یہ نوافل شروع کروا دیئے۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں تراویح باجماعت شروع ہوئی۔ انفرادی نوافل (رات کے آخری حصہ میں پڑھنے میں) اپنا ایک مزہ رکھتے ہیں لیکن جماعت میں شامل ہو جاتے ہیں بہت سے وہ لوگ جو انفرادی طور پر اس رنگ میں نوافل ادا نہیں کر سکتے۔ وہ لوگ جو قرآن کریم کا دور نہیں کر سکتے کیونکہ ان کو قرآن کریم حفظ نہیں، مسجد میں آکے ایک حافظ کے پیچھے وہ نماز پڑھتے ہیں اور پورے قرآن کریم کا دور بھی ہو جاتا ہے اور دعائیں بھی کر لیتے ہیں۔ بہت سے دوست ہیں میں جانتا ہوں، جو مثلاً شروع رات میں جو باجماعت تراویح پڑھی جاتی ہیں اس میں بھی شامل ہو جاتے ہیں اور پھر آخری حصہ رات میں بھی اللہ تعالیٰ کے حضور سربسجود ہوتے ہیں۔ رمضان مبارک میں شروع رات میں تو بہت سے نوجوان اور بچے اور بہت سی مستورات بھی شامل ہو جاتی ہیں اس کے اپنے فوائد ہیں لیکن اصل چیز یہ ہے کہ دعاؤں کا عام دنوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ موقع ملتا ہے انسان کو اور قبولیت دعا کے لئے انسان اپنے رب کو راضی کرنے کی خاطر اور بہت ساری عبادتیں خاص طور پر اس ماہ میں دوسرے مہینوں کے مقابلہ میں زیادہ بجالاتا ہے۔ مثلاً حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آیا ہے کہ آپ بڑے سخی تھے لیکن رمضان کے مہینہ میں آپ کی سخاوت میں اتنی شدت پیدا ہو جاتی تھی کہ دوسرے مہینوں میں وہ شدت نہیں ہوا کرتی تھی۔ غرباء کا خیال رکھنا نیز مسکینوں کا، جو نسبتاً غریب ہیں ان کو سہارا دینا دعاؤں کے ساتھ، ان کی دنیوی ضروریات کو پورا کر کے۔ تو یہ مہینہ دعاؤں کا مہینہ ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ چیخنے کی ضرورت نہیں میں دور تو نہیں ہوں کہ زور زور سے چیخ کے مجھے پکارو گے میں قریب ہوں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علیحدہ بھی نماز پڑھ رہے ہو یعنی نوافل بالکل خاموشی سے اور بے آواز بھی قرآن کریم نہ پڑھو اور بہت

اونچی آواز سے بھی نہ پڑھو۔ ویسے عام طور پر جس طرح پڑھا جاتا ہے نوافل میں اس طرح نہیں بلکہ آواز نکالو منہ سے، سنتِ نبویؐ یہ ہے۔

اس آیت میں ایک اہم چیز بھی ہمیں پتا لگتی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ دعا کرنے والا جب مجھے پکارے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔ اسلام بنی نوع انسان کا مذہب ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت كَآفَّةً لِّلنَّاسِ ہے، تمام انسانوں کے لئے ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں جتنی زبانیں بولی جاتی ہیں ان تمام زبانوں کے بولنے والوں کو مخاطب کر کے خدا تعالیٰ نے کہا اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ تم دعا کرو تم مجھے پکارو، میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ جس سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ دنیا کی ہر زبان میں خدا کے حضور عاجزانہ جھک کر دعا کرنے کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے۔ اتنا عرصہ گزر گیا چودہ سو سال ہونے کو آئے ہیں۔ اتنے لمبے زمانہ میں بھی عربی زبان جو ہے وہ ساری دنیا کی زبان تو نہیں بن سکی۔ یہ صحیح ہے کہ بعثتِ نبوی کے وقت عربی ایک چھوٹے سے خطّہ میں بولی جاتی تھی لیکن جس وقت اسلام کا اثر اور رسوخ پھیلا اس وقت مثلاً مصر جو عربی بولنے والا نہیں تھا وہاں عربی بولی جانے لگی۔ اسی طرح جو اس وقت مراکو اور الجزائر وغیرہ ممالک ہیں یہ افریقہ کے ممالک ہیں ان میں بھی اسلامی تمدن کے اثر کی وجہ سے عربی بولی جانے لگی۔ اسی طرح مشرق کی طرف بہت سے ممالک ہیں جن میں عربی زبان رائج ہوگئی لیکن ہر انسان تو عربی زبان نہیں بول سکتا۔ جس وقت قرآن کریم نازل ہوا اور یہ آیت اتری اس وقت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں چھوٹا سا خطّہ تھا انسانوں کا جو عربی بولنے والا تھا۔ کہا یہ گیا اس وقت کہ تم دعا کرو میں قبول کروں گا اور مخاطب ہیں قرآن کریم کے تمام بنی نوع انسان۔ اس آیت کے ٹکڑے سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر زبان میں خدا تعالیٰ کے حضور دعا کی جاسکتی ہے اور کی جانی چاہیئے۔ کی جاسکتی ہے کیونکہ کہا گیا سب کو مخاطب کر کے پکارو مجھے، تو جو عربی جانتا نہیں وہ کیسے پکارے گا عربی میں وہ تو اپنی زبان میں ہی پکارے گا اور دوسرے دعا کرنی چاہیئے اس لئے بھی کہ اگر کسی کو ٹوٹی پھوٹی عربی آتی بھی ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے حضور جھک کے اپنی ضرورتوں کو اس زبان میں ادا نہیں کرسکتا تو اللہ تعالیٰ تو علام الغیوب ہے اس میں کوئی

شک نہیں لیکن بندے کو تو تسلی تب ہوتی ہے جب وہ اپنی زبان میں اپنا مافی الضمیر دوسرے کے سامنے بیان کر دے۔ اس لئے جماعت احمدیہ کا مسلک یہ ہے کہ نماز میں بھی حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسنون عربی دعائیں اسی طرح عربی میں پڑھنی چاہئیں۔ ہر مسلمان کو وہ عربی عبارتیں یاد ہونی چاہئیں خواہ وہ بچہ ہو خواہ اس کے معنی اس نے ابھی سیکھے ہوں یا نہ سیکھے ہوں لیکن نماز میں ان دعاؤں کے علاوہ جو ہمیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ورثہ میں ملیں اور جن سے ہمارا عشق اور پیار کا تعلق ہے (اس لئے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے وہ دعائیں نکلتی تھیں یہ ہمارا پیار کا تعلق ہے) وہ پڑھ لینے کے بعد ہم اپنے رب کے حضور اپنی زبان میں دعا کرنے کو جائز سمجھتے ہیں اور ضرورت کے وقت یہ مناسب سمجھتے ہیں کہ ایک یوگوسلاوین عربی کی دعائیں پڑھنے کے علاوہ اپنی زبان میں بھی دعا کرے۔ ایک انگریز انگریزی میں بھی دعا کرے۔ ایک البانین البانین زبان میں بھی دعا کرے۔ ایک افریقن جس کی زبان تحریر میں بھی ابھی نہیں آئی لیکن اہلِ افریقہ اسے بولتے ہیں وہ اپنی زبان میں دعائیں کریں تا کہ وہ ایک قریبی تعلق محسوس کریں اپنے پیدا کرنے والے رب کے ساتھ۔ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ جس زبان میں بھی دعا میرے سامنے کی جائے گی اسے میں قبول کروں گا۔ شرائط یہ ہیں کہ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ ۔ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ دو معنی میں ہے۔ قرآن کریم نے اور قرآن کریم کی تفسیر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے قبولیت دعا کے لئے جو شرائط بیان فرمائی ہیں وہ بھی ایک حکم ہے اس کو قبول کریں۔ دعا کو دعا کی شرائط کے ساتھ کریں اور دوسرے یہ کہ کسی قسم کا ظاہری یا باطنی شرک نہیں کرنا۔ ایک شخص مشرک ہے اور وہ دعا کرتا ہے خدا سے تو اس سے قبولیت کا وعدہ یہاں نہیں لیکن وہ خالق مالک بھی ہے وہ ان کی بھی بعض دفعہ سن لیتا ہے۔ بڑا دیالو ہے وہ۔ لیکن کہا یہ گیا ہے کہ میرے پیار کو حاصل کرنا ہے اگر تو جو شرائط میں نے دعا کے لئے قائم کی ہیں ان کے مطابق دعا کرو۔

اور جو اسلام کے احکام ہیں قرآنی احکام ہیں ان کے مطابق اپنی زندگیوں کو گذارو۔ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ اور خدا تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے کی کوشش کرو اور اس کے ساتھ ذاتی تعلق پیدا کرو جس کا ایک ذریعہ عاجزانہ دعائیں بھی ہیں۔ تو تمہیں کامیابی اور ہدایت مل جائے گی۔

قرآن کریم نے محض یہ نہیں کہا کہ دعائیں کرو میں قبول کروں گا بلکہ قرآن کریم نے ایک عالم کا عالم دعاؤں کا ہمارے سامنے کھول کے رکھ دیا ہے۔ اس میں سے (جو ایک لمبا مضمون ہے) کچھ حصے میں نے چنے ہیں آج کے خطبہ کے لئے۔ اللہ تعالیٰ سورہ بقرہ میں فرماتا ہے:۔ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ (البقرۃ:۲۰۲) یہاں دعاؤں کی بنیاد رکھی گئی۔ یہاں یہ فرمایا گیا کہ دنیوی نعماء کے حصول کے لئے بھی دعائیں کریں اور اخروی نعماء کے حصول کے لئے بھی دعائیں کرو اور وَ قِنَا عَذَابَ النَّارِ کا فقرہ ورلی زندگی اور اخروی زندگی کو باندھ دیتا ہے کیونکہ اسی زندگی کی بنیاد پر اخروی زندگی کی جنتوں کا انحصار ہے تو بہت بڑا عالم ہمارے سامنے رکھ دیا گیا۔ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً دنیا کی ساری نعمتیں جو خدا تعالیٰ نے انسان کے لئے پیدا کی ہیں تم ان کے حصول کے لئے دعائیں کرو۔ صرف یہ کہہ کر کہ دعائیں مانگو خاموشی نہیں اختیار کی بلکہ کیا دعائیں مانگو اس کے اوپر بھی بڑی وسیع روشنی ڈالی گئی ہے۔ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً کے دو پہلو ہیں۔ ایک ایسی نعمتیں ہیں ہماری اس ورلی زندگی سے تعلق رکھنے والی جن کا تعلق خود ہمارے نفس کے ساتھ ہمارے وجود کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو بے شمار قوتیں اور استعدادیں عطا کی ہیں ان کے لئے دعائیں مانگو کہ اللہ تعالیٰ کی منشاء کے مطابق پروان چڑھیں اور ان قوتوں کو اس لئے دیا گیا انسان کو کہ جو یہ کہا گیا تھا کہ تمہاری خدمت پر ہر شئے کو مامور کیا گیا ہے وہ ہر شئے سے خدمت لینے کے قابل ہو جائے۔ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ (الجاثیۃ:۱۴) تمہیں ہر طاقت دے دی گئی تا تم ہر شئے سے خدمت لے سکو تو دعا مانگو کہ اس قدر عظیم نعمتیں جو تمہیں ملیں، آنکھ ہے خدا تمہیں توفیق دے کہ آنکھ سے بہترین اور اعلیٰ ترین اور پورے کا پورا فائدہ اٹھانے والے بنو تم۔ یہ دعا خدا تعالیٰ سے مانگو۔ بہت سے آنکھوں والے ہیں جو آنکھیں رکھتے ہوئے بھی آنکھوں سے فائدہ نہیں اٹھا رہے اور اندھے کے اندھے اس دنیا سے گزر جاتے ہیں۔ قرآن کریم میں بہت جگہ ان کا ذکر آیا ہے۔ کان ہیں جن سے ایک تو تمہارا اپنا مشاہدہ تعلق رکھتا ہے ایک تو تمہارا اپنا حصولِ علم تعلق رکھتا ہے مثلاً کلاس میں بیٹھا ہوا طالبِ علم اگر کان کھول کے نہ رکھے تو فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ تو

رَّبِّ زِدۡنِیۡ عِلۡمًا (طٰهٰ:۱۱۵) کی دعا میں یہ ساری چیزیں آ گئیں۔تو یہ جتنی نعمتیں ہیں ان سب کے حصول کے لئے دعا کرو۔انسان یہ دعا کرے اپنے رب سے کہ اے خدا! جو تو نے مجھے قوتیں اور استعدادیں دی ہیں اپنے فضل سے مجھے یہ توفیق عطا کر کہ میں اپنی ہر قوت اور استعداد کی نشوونما کروں اور اسے کمال تک پہنچاؤں اور ان سے بہترین فائدہ تیری رضا کے حصول کے لئے میں حاصل کروں اور اپنے نفس کی اس کامل اور صحیح نشوونما کے بعد جب خدا تعالیٰ کا فضل شاملِ حال ہو جائے انسان کے تو جو دنیا کی نعمتیں ہیں ان کو حاصل بھی کروں اس رنگ میں جو تجھے پسند ہو اور استعمال بھی کروں اس طریق پر جو تیری رضا کے حصول میں ممد اور معاون ہو۔ بہت سارے لوگ ہیں جو غلط طریق سے خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو حاصل کر کے گناہگار بن جاتے ہیں اور بہت سے لوگ ہیں جو صحیح طریق پر تو خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو حاصل کرتے ہیں لیکن غلط استعمال کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کو ناراض کر دیتے ہیں۔تو ایک نہ ختم ہونے والا سمندر ہے دعاؤں کا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَةً کے اس فقرے کے اندر جو خدا تعالیٰ نے بیان کر دیا۔

وَّ فِی الۡاٰخِرَةِ حَسَنَةً اور خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہیں جو میں نے نعماء عطا کیں جو رحمت اور فضل موسلا دھار بارش کی طرح تم پر نازل ہوئے وہ تمہاری دُنیوی اور ورلی زندگی کے ساتھ ہی تو تعلق نہیں رکھتے اخروی زندگی کے ساتھ بھی ان کا تعلق ہے بلکہ اخروی زندگی کے ساتھ ہی ان کا صحیح تعلق ہے اور یہ ساری چیزیں اسی لئے تمہیں دی گئی ہیں کہ تم اپنی آخرت کو سنوارو۔اس واسطے دعا کرو کہ اے خدا! ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا اور یہ دنیا کی نعمتیں ہمیں اخروی زندگی کی جنتوں کی راہوں پر چلا کر ان جنتوں تک پہنچانے والی ہوں تجھے ناراض کر کے ہمیں جہنم کی طرف لے جانے والی نہ ہوں۔

میں نے بتایا کہ یہ دعا جو ہے اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَةً وَّ فِی الۡاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ یہ ایک ایسی دعا ہے جس میں دعا کا ایک عالم کا عالم کھولا گیا اور ہمیں اس چھوٹی سی آیت میں بہت کچھ خدا تعالیٰ نے بتا دیا کہ کیا مانگنا ہے کس طرح مانگنا ہے پھر اسی سے آگے ہم چلتے ہیں اس دروازے میں داخل ہو کر۔سورۂ تحریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

رَبَّنَاۤ اَتۡمِمۡ لَنَا نُوۡرَنَا وَ اغۡفِرۡ لَنَا ۚ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ (التحریم:۹)

اے ہمارے رب ہمارا ’نور‘ ہمارے فائدے کے لئے کامل کردے اور ہمیں معاف فرما تو ہر چیز پر قادر ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم کمزور انسان ہیں گناہ بھی سرزد ہوتے ہوں گے غلطیاں اور کوتاہیاں بھی ہوں گی ہمارے گناہوں غلطیوں اور کوتاہیوں کو اپنی مغفرت کی چادر سے ڈھانپ لے اور ہمیں اَتۡمِمۡ لَنَا نُوۡرَنَا اپنے دائرہ استعداد کی انتہائی روحانی رفعتوں تک اپنے فضل سے پہنچا دے اور ہم تیرے حضور عاجزی سے متضرعانہ دعا کرتے ہیں کہ تو خود (جو ہر چیز کے کرنے پر قادر ہے) ہماری اس بات میں مدد کر کہ جو تو نے ہمیں نور دیا وہ نور مکمل ہوجائے ہماری زندگی میں اور جن انتہاؤں تک پہنچنا ہمارے لئے مقدر تھا ہمیں وہاں تک پہنچا ہماری غلطیاں کوتاہیاں روک نہ بن جائیں اور تیری رضا کی انتہا کو ہم حاصل نہ کرسکیں۔

پھر ایک اور وسیع مضمون ہے دعاؤں کا۔ وہ یہ کہ ہر نبی اپنی امت کو بشارتیں دیتا ہے۔ سارے قرآن کریم کو پڑھ لو کہیں اختصار سے ذکر ہے بعض جگہ تفصیل سے بھی ذکر آ گیا ہے۔ تو ہر نبی اپنی امت کے لئے یا ان کے لئے یا ان لوگوں کے لئے جو اس کا کہا مان کر خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرتے ہیں بشیر ہے انہیں بشارتیں دینے والا ہے وعدے ہیں جو ان انبیاء کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ نے ان کی امتوں سے کئے سب سے زیادہ وعدے بڑی وسعتوں والے بڑی گہرائیوں ولے بڑی رفعتوں والے بڑے عظیم وعدے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے امت محمدیہ کو دیئے گئے ہیں۔

پچھلے ایک خطبہ میں میں نے بتایا تھا کہ نبی اپنی امت کے لئے صرف بشیر ہی نہیں ہوتا بلکہ نذیر بھی ہوتا ہے کیونکہ ہر بشارت کے ساتھ شرائط ہیں اور نبی ہوشیار کرتا ہے اور تنبیہہ کرتا ہے کہ اگر تم نے ان شرائط کو پورا نہ کیا تو تمہارے حق میں جو بشارتیں دی گئی ہیں وہ پوری نہیں ہوں گی۔ مثلاً آپ کو سمجھانے کے لئے ایک آیت میں اس وقت لے لیتا ہوں وعدہ دیا گیا امت محمدیہ کو، اور یہ ایک عظیم وعدہ ہے۔ اعلان کیا گیا اَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ (اٰل عمران:۱۴۰) زندگی کے ہر شعبہ میں فوقیت ہمیشہ تمہیں ہی حاصل رہے گی مگر ایک شرط لگائی اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ اگر تم ایمان کے تقاضوں کو پورا کرنے والے ہوگے۔ یہ وہ نذیر والا حصہ آ گیا اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ میں تو وعدے تو بے شمار ہیں اور انسان کی کوتاہیاں اور کمزوریاں اور غفلتیں بھی کم نہیں۔ اس

واسطے دعاؤں کا سہارا لینا ضروری ہے۔ اسی واسطے کہا گیا قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ (الفرقان:۷۸) اس میدان میں ہمیں قرآن کریم نے یہ دعا سکھائی رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (اٰل عمران:۱۹۵) کہ اے ہمارے خدا (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں، آپ کے سمندر میں تو سارے پچھلے انبیاء مدغم ہوجاتے ہیں کیونکہ نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ ہی ان کو ملا تھا یعنی قرآن کریم کا ایک حصہ اور قرآن کریم کی برکتوں کا ایک حصہ ہی ان کو دیا گیا تھا، تو جو) تیرے رسولوں کے ذریعے ہمیں وعدے ملے ہیں ہمیں وہ سارا کچھ دے ایسے حالات پیدا کردے ہمیں توفیق دے کہ ہم ان شرائط کو پورا کرنے والے بنیں جن شرائط کی ادائیگی ان وعدوں کے ساتھ لگائی گئی ہے اور وہ تمام وعدے ہمارے ہماری نسلوں کی زندگی میں پورے ہوں اور یہ نہ ہو کہ قیامت کے دن جب خدا کے حضور ہم سب اکٹھے ہوں تو کہا جائے کہ بشارتیں تو تمہیں بہت دی گئیں وعدے تو خدا تعالیٰ نے تم سے بہت عظیم کئے تھے لیکن اے نادانو! تم نے اپنی غفلتوں، کوتاہیوں اور گناہوں کے نتیجہ میں اور خدا تعالیٰ کے احکام کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ان وعدوں سے حصہ نہ لیا اور اس طرح ہم قیامت کے دن ذلیل اور رسوا ہو کے رہ جائیں۔

تو ایک یہ دعا ہے جو بڑی وسعتیں اپنے اندر رکھتی ہے کہ اے خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ تو نے بے انتہا بشارتیں ہمیں دیں، ہم سے وعدے کئے (''وعدہ'' کے لفظ کے ساتھ بھی قرآن کریم نے امت محمدیہ کو بشارتیں دی ہیں) ایسا کر اور ہمیں توفیق دے کہ ہم شرائط کو پورا کریں ہم تیری راہ میں وہ قربانیاں دیں جن کا تو ہم سے مطالبہ کرتا ہے ہم تیرے پیار کے حصول کے لئے اپنے نفسوں پر اس موت کو طاری کریں جو تیری محبت کو پیدا کرنے والی ہے اور ایک نئی زندگی جس کے نتیجہ میں تیری طرف سے عطا ہوتی ہے اور وہ سارے وعدے ہماری زندگیوں میں بھی پورے ہوں جس طرح ہمارے بزرگوں کی زندگیوں میں جنہوں نے تیری راہ میں قربانیاں دی تھیں وہ پورے ہوئے اور یہ نہ ہو کہ ہم قیامت والے دن اپنی کوتاہیوں کے نتیجہ میں ذلیل و رسوا ہو کر رہ جائیں۔

انسانی زندگی کا ایک اور پہلو یہ ہے کہ اس زندگی میں ہدایت کے ساتھ گمراہی بھی لگی

ہوئی ہے یعنی ایک شخص ہدایت پالے تو ضروری نہیں ہوتا کہ مرتے دم تک وہ ہدایت پر قائم رہے۔عرب کا ایک حصہ مرتد ہوگیا اور ہزاروں ارتداد کی حالت میں مرگئے۔ اسلام نے دعا سکھائی اس سلسلے میں کہ خاتمہ بالخیر کی دعا کیا کرو خاتمہ بالخیر کی دعا دراصل اس آیت میں ہے۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ (اٰل عمران:۹) اے ہمارے رب! تو ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو کج نہ کر اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت کے سامان عطا کر یعنی ہدایت دینا بھی خدا کا کام ہے۔قرآن کریم نے کہا ہے کہ جسے خدا پسند کرتا ہے اسی کو ہدایت کی راہ پر چلا دیتا ہے۔ پھر ہدایت کے حصول کے بعد ٹھوکروں کے دروازے کھلے ہیں۔ارتداد کا دروازہ۔اسلام سے باہر نکلنے کا دروازہ۔اسی طرح کھلا ہے جس طرح اس شخص کے لئے اسلام میں داخل ہونے کا دروازہ کھولا گیا۔اس واسطے هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اے خدا! تیری رحمت اور تیرے فضل کے بغیر ہم ہدایت پر قائم رہتے ہوئے خاتمہ بالخیر تک نہیں پہنچ سکتے۔تجھ سے استدعا کرتے ہیں کہ جس طرح تو نے ہمارے لئے ظلمات سے نکل کر اپنی رضا کی روشنی میں داخل ہونے کے سامان پیدا کر دیئے تیرے ہی فضل کے ساتھ ایسا ہو کہ مرتے دم تک ہم تیرے قدموں میں پڑے رہیں۔ تیرے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار کا جو تعلق ہے وہ ٹوٹنے نہ پائے کہ تیری رحمت اور تیری عطا کے بغیر یہ نہیں ہوسکتا۔ یہ بھی ایک بنیادی دعا ہے جو قرآن کریم نے ہمیں سکھائی ہے یہ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً دونوں کے ساتھ تعلق رکھتی ہے کہ دنیا میں گمراہی اور ناراضگی نہ ہو اور مرتے دم تک ہم ہدایت پر قائم رہیں اور ظالموں کے گروہ میں شامل نہ ہو جائیں لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (الاعراف:۴۸) بھی کہا گیا ہے۔

ایک ذمہ داری مسلمان کی یہ تھی کہ وہ اسلام کو دنیا میں پھیلائے، اس کی تبلیغ کرے نمونہ بنے دوسروں کے لئے کیونکہ بغیر نمونے کے دنیا توجہ نہیں کرتی۔تو یہ بھی بہت وسیع ذمہ داری ہے اور ہر مسلمان کا تعلق اس ذمہ داری کے نتیجہ میں ہر غیر مسلم کے ساتھ ہے۔ جہاں تک ممکن ہو۔ یہ نہیں کہ اس کا یہ فرض ہے کہ وہ مشرق و مغرب و شمال و جنوب کے ہر غیر مسلم کے پاس جاکے تبلیغ کرے لیکن مجموعی طور پر امت مسلمہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ غیر مسلموں تک اسلام

کے حسن کو اور اللہ تعالیٰ کے نور کو پھیلانے والے ہوں اور اس کے لئے اسوہ چاہیئے اور اس کے لئے جذب چاہیئے ایسا نمونہ جو دوسروں کو اپنی طرف کھینچنے والا ہو۔ یہ دعا سکھا دی۔ یہ دعائیں قرآن کریم میں یا تو اس رنگ میں ہیں کہ پہلے انبیاء کو وہ دعا سکھائی گئی اور قرآن کریم نے اس کا ذکر کیا اس غرض سے کہ ہم بھی اس سے فائدہ اٹھانے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ سورۂ ابراہیم میں فرماتا ہے۔

فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ (ابراهيم:۳۸) لوگوں کے دل ان کی طرف جھکا دے اس دعا کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ دل جیتنے کی توفیق ہمیشہ امتِ مسلمہ کے ہر گروہ کو عطا کرتا چلا جائے، محبت کے ساتھ، پیار کے ساتھ خدمت کے جذبہ کے ساتھ نیک نمونہ بن کر ایک ایسا اسوہ نظر آئے، ایک فرقان، ایک تمیز پیدا کرنے والی بات ایک احمدی مسلمان میں غیر مسلم کو نظر آئے کہ وہ مجبور ہو جائے اس طرف مائل ہونے پر اور اس کی طرف جھک کے اس سے پوچھنے پر کہ میرے اور تیرے میں جو فرق ہے اس کی وجہ کیا ہے؟ بس بات شروع ہو گئی تبلیغ کی وہ مسلمان اسے کہے گا۔ میں تو ایک عاجز انسان، میں تو ایک نالائق انسان ہوں۔ مگر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار کرنے والا انسان۔ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے والا انسان، میں قرآن کریم کی اس تعلیم پر عمل کرنے والا انسان ہوں کہ دنیا میں جو دکھی ہیں ان کے دکھوں کو دور کروں اور سکھ کے سامان جہاں تک میری طاقت میں ہے میں پیدا کروں۔ میں نے خدا کو پایا اور اس کے نور کو دیکھا اس کی آواز کو سنا۔ اس کی طاقت اور قدرت کے کرشمے میں نے اپنی زندگیوں میں مشاہدہ کئے۔ ان ساری چیزوں نے میری زندگی میں تبدیلی پیدا کر دی ہے۔ تم ایسا کرو گے تمہاری زندگی میں بھی یہ تبدیلی پیدا ہو جائے گی۔ تو فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ یہ دعا سکھائی گئی ہے کہ اے خدا! ہمیں توفیق عطا کر کہ ہم اس قابل ہوں کہ تیری خاطر اور تیرے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر ایک جہاں کے دل جیتیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں لا کر رکھ دیں۔

پھر جو ایک مسلمان کی ذمہ داری ہے۔ امتِ مسلمہ کی ذمہ داری ہے۔ وہ صرف ایک نسل سے تو تعلق نہیں رکھتی نسلاً بعد نسلٍ یہ ذمہ داری اٹھانی ہے قیامت تک یہ ذمہ داری اٹھانی ہے

اس واسطے آنے والی نسلوں کے لئے دعا کرنا ضروری ہے۔قرآن کریم کہتا ہے:-

رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ

(ابراھیم:۴۱) کہ اے خدا مجھے بھی عمدگی سے نماز ادا کرنے کی توفیق دے اور میری آنے والی نسل کو بھی۔ میری ذریت کو بھی کہ ہم عمدگی سے نماز ادا کریں یعنی اس طور پر نماز ادا کرنے والے ہوں کہ تو ہم سے راضی ہوجائے اور ہماری ذریت اس طور پر نماز ادا کرنے والی ہو کہ تو ان سے راضی ہوجائے۔مگر اپنی طاقت سے ہم یہ کرنہیں سکتے ہماری اس دعا کو قبول کر رَبَّنَا وَ تَقَبَّلْ دُعَآءِ اور اس دعا کو قبول کر کہ ہم نماز ادا کرنے والے ہوں عمدگی کے ساتھ اور ہماری ذریت اور ہماری ہر دعا کو قبول کر جو تیرے نور کو پھیلانے والی اور دنیا سے اندھیروں کو دور کرنے والی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و احسان کو دنیا کے سامنے اس رنگ میں پیش کرنے والی ہو کہ وہ مؤثر بن جائے اس دنیا کے لئے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور آپ کی شان کو ابھی پہچانتی نہیں۔

باہمی تعلقات ہیں۔ بھائی چارہ بنادینا امت مسلمہ کو ایک خاندان بنادیا۔اور سورۂ حشر آیت ۱۱ میں ہمیں یہ دعا سکھائی کہ ہمیں اور ہم سے پہلے آنے والے بھائیوں کو بخش دے۔ جو پہلے بزرگ گزرے ہیں (صرف اپنے زمانہ میں بسنے والے نہیں) بلکہ اس تعلق کو اگلے اور پچھلوں کے ساتھ باندھا گیا ہے دراصل اور ہمارے دلوں میں مومنوں کا کینہ کبھی پیدا نہ ہو۔ بڑی عجیب دعا ہے سارے فتنوں کو دور کرنے والی۔

بعض دفعہ انسان حق لے کر بعض دفعہ حق چھوڑ کر فتنہ دور کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا (الممتحنہ:٦)

اے ہمارے رب ہمیں مغفرت کی چادر میں ڈھانپ لے اور ہماری غلطیاں اور کمزوریاں اگر کوئی ہوں بھی تو ایسے رنگ کی نہ ہوں کہ کفار کے لئے ٹھوکر اور گمراہی اور تجھ سے دور جانے کا ذریعہ بن جائیں۔ہمیں غیروں کے لئے اچھا نمونہ قائم کرنے کی توفیق عطا کر۔

انسان کا اپنا نفس ہے وَ لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقٌّ (بخاری کتاب الصوم) اپنے نفس کے لئے بھی دعائیں کرنا ضروری ہے۔ ورنہ انسان اللہ تعالیٰ کی نعماء کو حاصل نہیں کرسکتا۔

اَفۡرِغۡ عَلَيۡنَا صَبۡرًا وَّ ثَبِّتۡ اَقۡدَامَنَا وَانۡصُرۡنَا عَلَى الۡقَوۡمِ الۡكٰفِرِيۡنَ (البقرة:۲۵۱)
اے ہمارے رب ہم پر قوتِ برداشت نازل کر صبر عطا کر اور ہمیں ثباتِ قدم عطا کر اور منکر مخالف کے خلاف ہماری مدد کر۔ صبر کے معنی عربی زبان اور قرآنی محاورہ میں بڑے وسیع ہیں۔ صبر کے معنی ہیں عقلی قوانین اور شریعت کے احکام کی روشنی میں اپنے نفس کو قابو میں رکھنا یہ ہے صبر اور مختلف شکلوں میں یہ ہماری زندگی میں ابھرتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی مصیبت نازل ہو جائے تو اس پر بھی صبر کرتا ہے انسان میدانِ جنگ ہو تو مومنانہ شجاعت کے مظاہرے کو عربی زبان اور قرآنی اصطلاح صبر کہتی ہے۔ میدانِ جنگ میں اور ثباتِ قدم۔ اگر قضا و قدر کے امتحان و ابتلا میں مبتلا ہو کوئی شخص جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں تمہیں آزماؤں گا۔ تو ایسے امتحان کے وقت بشاشتِ قلب سے اس ابتلاء کو برداشت کرنا یہ بھی صبر ہے اور اپنی زبان کو قابو میں رکھنا یہ بھی صبر ہے۔ بے موقع اور بے محل بات سے رکے رہنا۔ زبان کو قابو میں رکھنا اس کو بھی صبر کہتے ہیں۔ یعنی ہر پہلو سے جہاں نفس کو قابو میں رکھنا ہو عقل کے قانون کے ماتحت یا شریعت کے احکام کے نتیجہ میں۔ عربی زبان اور قرآن کریم کی اصطلاح اسے صبر کہتی ہے۔

تو رَبَّنَآ اَفۡرِغۡ عَلَيۡنَا صَبۡرًا میں یہ دعا ہوئی کہ اے خدا! ہمیں توفیق دے کہ ہم اپنے نفس کو اس طرح قابو میں رکھیں کہ کبھی بھی وہ بے قابو ہو کر تیری ناراضگی مول لینے والا نہ بن جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا کرے۔

اور ہمیں اللہ تعالیٰ اس بات کی بھی توفیق عطا کرے کہ ماہِ رمضان جو دعاؤں کا مہینہ ہے۔ ہم اس میں زیادہ سے زیادہ وسیع سے وسیع دعائیں کرنے والے ہوں اور خدا تعالیٰ کے منشاء کو پورا کر کے اس کے پیار کو حاصل کرنے والے ہوں اور خدا تعالیٰ کے اس منشاء کو بھی پورا کرنے والے کہ ظلمات دور ہوں۔ جَآءَ الۡحَقُّ وَ زَهَقَ الۡبَاطِلُ (بنی اسرائیل:۸۲) اور نور پھیلے اور خدا کی محبت اور پیار اور خدا تعالیٰ کی رضا کو انسان حاصل کرے اور اسلام کے حسن اور قوتِ احسان کو اور اسلام کے نور کو ان قوموں تک ہم پہنچانے والے ہوں جو قومیں اس وقت تک خدا سے دور اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیار سے محروم ہیں۔ آمین

(روزنامہ الفضل ربوہ ۱۶؍ستمبر ۱۹۷۹ء صفحہ ۲ تا ۶)